غزہ اور حماس

منزہ صدیقی

غزہ پر اسرائیل کے پے در پے حملوں (جولائی، اگست ۲۰۱۴ء اور ماقبل) اور حماس سے جنگ بندی کے معاہدوں نے دنیا کو جہاں ایک طرف یہ احساس دلایا کہ مسئلہ فلسطین کا مستقل اور پائیدار حل تلاش کیا جانا چاہیے، وہیں اس پہلو کو بھی آشکار کیا ہے کہ فلسطینیوں نے اپنی نمائندگی کا حق حماس کو دے دیا ہے، خواہ اسرائیل، امریکہ اور یورپ کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ فلسطین کے مستقبل کا فیصلہ حماس کو شامل کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۲۰۱۴ء کی اسرائیل حماس جنگ نے یہ واضح کر دیا کہ شدید معاشی پابندیوں کے باوجود حماس نے اپنے دفاعی نظام کو اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ اسرائیلی تجزیہ کار بھی اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

''مغرب اور اسلام'' کے زیر نظر شمارے میں حماس کے بارے میں اسرائیلی اور مغربی تحقیق کاروں کی ان چند تحریروں کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے جو اردو خواں قارئین کی نظروں سے عموماً اوجھل رہتی ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے یہاں غزہ اور حماس کا مختصر تعارف بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

سرزمینِ 'غزہ' ___ ایک تعارف

محل وقوع اور آبادی: غزہ، غزہ کی پٹی، قطاع غزہ یا Ghaza Strip بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل پر ریاست فلسطین کے اندر واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۴۰ کلومیٹر اور چوڑائی تقریباً ۱۲ کلومیٹر ہے۔

جنوب مغربی جانب مصر کے ساتھ اس کی سرحد ۱۱کلومیٹر طویل ہے جبکہ مشرق اور شمال میں اسرائیل کے ساتھ اس کی سرحد کی لمبائی تقریباً ۵۱ کلومیٹر ہے۔ غزہ آنے اور جانے کے چھ راستے ہیں جن میں سے ایک مصر کے ساتھ ملحق ہے اسے رفح گیٹ وے کا نام دیا گیا ہے جبکہ باقی پانچ راستے اسرائیلی سرحد پر واقع ہیں۔ اس کا کل رقبہ ۳۶۵ مربع کلومیٹر ہے جو ارضِ فلسطین کے کل رقبے کا ۱ء۳۷ فیصد ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ۱۸ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے اور یہاں شرح پیدائش (۲۰۱۴ء کے مطابق) ۲ء۹۱ فیصد ہے جو دنیا میں تیرہویں بلند ترین شرح ہے۔ یہاں کی زیادہ تر آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ یہاں خواندگی کا تناسب ۹۹ فیصد سے زائد ہے۔

قدیم تاریخ: غزہ کی معلوم تاریخ تقریباً ۴ ہزار سال پرانی ہے۔ اس دوران یہ کئی اہم سلطنتوں کا حصہ رہا اور اس پر کئی بادشاہوں نے حکمرانی کی۔ غزہ نے سلطنت روم اور بازنطینی ریاست کے عروج وزوال بھی دیکھے۔

خلافت راشدہ کے زمانے میں، حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ حکومت میں غزہ اسلامی ریاست کا باقاعدہ حصہ بنا۔ ۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے بیت المقدس بشمول غزہ پر قبضہ کر لیا لیکن صلیبی جنگوں کا نتیجہ مسلمانوں کی کامیابی کی صورت میں نکلا اور ۱۲۹۱ء میں صلاح الدین ایوبی نے اسے دوبارہ اسلامی مملکت کا حصہ بنا دیا۔ ۱۲۹۱ء سے یہ سلطنت مصر میں شامل ریاستوں کا حصہ بن گیا۔ یہاں تک کہ ۱۵۱۷ء میں عثمانی ترکوں نے مصر پر قبضہ کیا تو غزہ سلطنت عثمانیہ میں شامل ہو گیا۔ غزہ کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ زمانۂ قدیم سے مسلمانوں کی ریاست کا حصہ چلا آ رہا ہے۔

جدید تاریخ کے اہم واقعات: ۱۹۱۷ء میں پہلی جنگ عظیم کے دوران فرانس، برطانیہ اور روس یعنی Triple Entente نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف تیسری جنگ میں اس شہر کو فتح کر لیا۔ پہلی جنگ عظیم کے خاتمے نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے مرکز خلافت کو پارہ پارہ کیا وہاں مفتوحہ علاقوں کی بندر بانٹ اس طرح کی کہ مسلمانوں کے علاقوں کو زیادہ سے زیادہ تقسیم کر کے ان کی

مرکزیت کو ختم کیا جا سکے نیز یہودیوں کو ان کی ''ارضِ موعود'' میں آباد کیا جا سکے۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۵ء تک فلسطین بشمول غزہ سلطنت برطانیہ کے زیرِ انتظام رہا۔

اس دوران ۱۹۲۲ء میں معاہدہ بالفور اور Mandate of Palestine کے ذریعے علیساہ (سرزمین اسرائیل میں یہودیوں کی واپسی) کے منصوبے نے عرب یہود، دشمنی کو ہوا دی۔ ادھر یہودی صیہونیت کی تحریک کا باقاعدہ اعلان ۱۸۹۷ء میں کر چکے تھے جبکہ زیرِزمین یہ تحریک ایک طویل عرصے سے سرگرم تھی۔ اس تحریک کے مقاصد میں سب سے اہم یہودیوں کے لیے وطن کا حصول تھا۔ یہودیوں نے دنیا بھر میں خود کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے بہانے تراشے۔

۱۹۲۲ء کے بعد سے یہودیوں نے فلسطین کی اکثریتی ۹۵ فیصد آبادی جو زیادہ تر مسلمانوں اور چند فیصد عیسائیوں پر مشتمل تھی، کو بے دخل کرنے اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے جبراً ان کی زمینیں خرید کر انہیں وہاں سے نکالنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یورپ اور دنیا بھر سے یہودی لا کر یہاں بسائے گئے۔ مگر کئی سال گزرنے کے بعد بھی یہ علاقہ ۷۰ فیصد غیر یہودی رہا اور یہاں ان کی ملکیتی زمین کا تناسب ایک سے بڑھ کر چھ فیصد تک ہی پہنچ سکا۔

۱۹۴۷ء میں دوسری جنگ عظیم کے دوران، جب برطانیہ مشکلات کا شکار تھا، اس نے اعلان کیا کہ وہ فلسطین سے اپنا قبضہ ختم کر کے مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ میں لے جا رہا ہے۔ اگرچہ اقوام متحدہ کے بنیادی منشور میں کہا گیا تھا کہ لوگوں کو ''حقِ خودارادی'' حاصل ہے اس اعتبار سے اقوام متحدہ کا فرض تھا کہ وہ اس مسئلے کے حل کے لیے شفاف ریفرنڈم منعقد کراتا تا کہ لوگ اپنے مستقبل کے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں، اس کے بجائے صیہونیوں نے دباؤ ڈال کر امریکہ میں چند مخصوص لابیوں کو اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ ایسی قرارداد پیش کریں جس کے نتیجے میں انہیں انتہائی غیر متناسب تقسیم یعنی ارضِ فلسطین کا ۵۵ فیصد حصہ عطا کر دیا جائے۔

۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو اقوام متحدہ میں ایک قرارداد پاس ہوگئی جس کے نتیجے میں ارضِ فلسطین کے

۵۵ فیصد حصے کو غاصبانہ طور پر یہودی ریاست قرار دے دیا گیا۔ قانونی اعتبار سے اس قرارداد کی حیثیت ایک سفارش (Recommendation) کی تھی جس کی بنیاد پر ریاست وجود میں نہیں آ سکتی تھی۔

اس کے بعد چند ماہ کے اندر اندر ہی صیہونیوں نے چار لاکھ سے زائد افراد کو بے دخل کر دیا جس میں بڑی تعداد مسلمانوں کی تھی، صیہونیوں کے فوجی دستے جو خفیہ طور پر پہلے ہی جنگ کی تیاری میں مصروف تھے، انہوں نے بڑے پیمانے پر فلسطین میں دہشت گردی شروع کر دی۔ اقوام متحدہ نے عارضی اور انتہائی محدود جنگ بندی کا اہتمام کیا اور سویڈن کے ایک باشندے کو، جس نے ہزاروں یہودیوں کو نازیوں سے نجات دلائی تھی، ثالث بنا کر بھیجا۔ اسرائیلی قاتلوں نے اپنے اس محسن کو بھی قتل کر ڈالا اور اپنی دہشت گردی جاری رکھی۔

کم و بیش ۳۳ مرتبہ فلسطینیوں کا قتل عام کیا گیا، سیکڑوں دیہاتوں، قصبوں کو اجاڑ کر رکھ دیا گیا، وہاں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹا ڈالنے کی منظم منصوبہ بندی پر عمل کیا گیا۔ اسرائیل نے جو خود کو مشرقِ وسطیٰ کی ''واحد جمہوریت'' کہتا ہے، یہ فیصلہ کیا کہ وہ سرکاری طور پر اپنی سرحدوں کا تعین نہیں کرے گا۔ یہ کیفیت اب بھی قائم ہے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۷ء تک غزہ کا علاقہ مصر کے زیر انتظام رہا۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل نے مزید مصری اور فلسطینی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ غزہ بھی مقبوضہ علاقے میں شامل تھا۔ جدید بین الاقوامی قوانین جنگ کی رو سے یہ غیر قانونی قبضہ تھا کیونکہ فوجی طاقت اور فتوحات کے ذریعے کسی علاقے پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسرائیل کا وجود صرف طاقت کے استعمال کا مرہونِ منت ہے۔ یہ ایک ایسا قدیم اور ناجائز طریقہ ہے جسے بین الاقوامی برادری مسترد کر چکی ہے۔

یاسر عرفات کی قیادت میں فلسطین کی تحریک آزادی (PLO) نے لمبے عرصے تک بھرپور سیاسی جدوجہد اور الفتح کے نام سے اسرائیل کے خلاف کسی حد تک گوریلا جنگ بھی کی۔

اسرائیل کے غاصبانہ قبضے کے خلاف فلسطینیوں کی بھرپور عوامی تحریک مزاحمت (جسے ''پہلی انتفاضہ'' بھی کہا جاتا ہے) دسمبر ۱۹۸۷ء سے شروع ہوئی جو ۱۹۹۳ء میں اوسلو معاہدہ ہو جانے پر اختتام پذیر ہوئی۔ اس کا آغاز جبالیا مہاجر کیمپ میں اسرائیلی فوجیوں کی جانب سے غریب فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و تشدد سے ہوا تھا۔ اسرائیلی انتظامیہ اور فوجیوں کی حکم عدولی، اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ، ہڑتالیں، مظاہرے، ٹیکس کی ادائیگی سے انکار، دیواروں پر اسرائیل کے خلاف توہین آمیز نعرے اور کارٹون، رکاوٹیں، اسرائیلی آبادیوں میں کام سے انکار وغیرہ جیسے اقدامات اس انتفاضہ کی خصوصیات تھیں۔

۱۹۹۳ء میں اوسلو معاہدے کے تحت فلسطینی اتھارٹی نے فلسطینی آبادی بشمول غزہ کا انتظام سنبھال لیا۔ فلسطینی اتھارٹی نے، جس کی قیادت الفتح کے رہنما یاسر عرفات کر رہے تھے، غزہ کے شہر کو اتھارٹی کا دارالحکومت قرار دیا۔ فلسطینی اتھارٹی کے عہدیداران پر کرپشن اور رشوت خوری کے سنگین الزامات سامنے آئے۔ مثال کے طور پر گریٹ عرب کمپنی، المتوسط کمپنی، الشیخ زید کنسٹرکشن کمپنی کے نام لیے جاتے ہیں جن سے فلسطینی اتھارٹی کے عہدیداروں نے رشوت وصول کی۔ اس دوران عام تاثر یہ بنا کہ فلسطینی اتھارٹی نے فلسطین یا غزہ کے حقوق کی جدوجہد کرنے کے بجائے ذاتی مفادات کو مقدم رکھا اور اسی مقصد کے لیے صیہونیوں کے ساتھ مصالحت انگیزی کا معاملہ کرتی رہی۔

۲۰۰۰ء میں PLO کے چیئرمین یاسر عرفات اور اسرائیلی وزیراعظم ایہود باراک کے مابین امن مذاکرات کی ناکامی، نہتے فلسطینیوں پر اسرائیلی فوج کے بڑھتے ہوئے ظلم و ستم، فلسطینی اتھارٹی کی کرپشن اور فلسطین کے حقوق سے چشم پوشی نے فلسطینیوں کو مجبور کیا کہ وہ اسرائیل سے اپنا زندہ رہنے کا حق تسلیم کرانے کے لیے مسلح جدوجہد کا آغاز کریں۔ دوسری انتفاضہ (جو اواخر ۲۰۰۰ء میں شروع ہوئی) کی خصوصیت یہی تھی کہ اس میں مزاحمت کا آغاز غزہ کی پٹی سے ہوا اور اس مرتبہ یہ مزاحمت صرف پتھروں اور غلیلوں سے نہ تھی بلکہ راکٹ حملے، اسرائیلی سرحد اور اسرائیلی فوجیوں پر گوریلا حملے،

نیز خودکش بمبار بھی مزاحمت کا ہتھیار تھے۔ ان حملوں میں حماس اور فلسطینی اسلامی جہاد پیش پیش تھے۔ اس دوسری عوامی تحریک کو ''الاقصیٰ انتفاضہ'' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یہ تحریک اسرائیلی رہنما ایریل شیرون (بعد میں وزیراعظم بنے) کے حرم القدس میں داخل ہونے کا شدید ردّعمل تھا۔

۹۶-۱۹۹۴ء کے عرصہ میں اسرائیل نے غزہ کی سرحد پر بیریئر (رکاوٹیں) تعمیر کر دیے تھے جنہیں اس واقعہ کے ردّعمل میں ستمبر ۲۰۰۰ء میں فلسطینیوں نے مسمار کر دیا تھا۔ ۲۰۰۱ء میں غزہ اور اسرائیل کے درمیان بیریئر دوبارہ تعمیر کر دیے گئے۔ ۲۰۰۴ء میں غزہ کی مصر سے ملحقہ سرحد پر بھی بیریئر تعمیر کر دیا گیا۔ لیکن محاصرہ کی طرز کی ان کوششوں کے باوجود غزہ سے شروع ہونے والی تحریک مزاحمت میں ہر آنے والے دن میں شدت آتی گئی۔ کئی سال کے بے نتیجہ مذاکرات سے فلسطینی کچھ حاصل نہ کر سکے تھے سوائے اپنی مزید بے بسی اور اسرائیل کی بڑھتی ہوئی وحشت و بربریت کے۔ تحریک مزاحمت نے چند ہی برسوں میں اسرائیلی فوجوں اور غزہ میں موجود ۲۵ جدید ترین یہودی بستیوں کو انخلاء پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ ۱۲ ستمبر ۲۰۰۵ء کو اسرائیلی کابینہ نے غزہ سے فوجی انخلاء کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

حماس نے محض مزاحمت کا راستہ ہی نہیں اپنایا بلکہ اس نے فلسطینیوں کو باوقار زندگی گزارنے کا ڈھنگ بھی سکھایا۔ حماس کے قائم کردہ سماجی خدمات کے وسیع نیٹ ورک نے جہاں ایک طرف فلسطینی اتھارٹی کے کرپٹ اداروں کا بہترین متبادل پیش کیا، وہاں فلسطینیوں کے اندر ایمانداری، کام سے لگن، اعلیٰ تعلیم کے حصول اور اس کے بامقصد استعمال کی روح بھی پھونک دی۔ چنانچہ اب ہر فلسطینی کا مشن اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا، اپنے بھائیوں کے کام آنا، دوسروں کے لیے زندہ رہنا تھا۔

جنوری ۲۰۰۶ء میں حماس نے پہلی مرتبہ انتخابات میں حصہ لیا اور اپنی کامیابیوں سے دنیا کو حیران کر دیا۔ انتخابات میں حماس کی کامیابی کو مشرقِ وسطیٰ میں کئی مسلمان حکومتوں نے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا کیونکہ حماس نے نہ صرف غزہ میں بھاری اکثریت حاصل کی تھی بلکہ یہ فلسطینی اتھارٹی میں

بھی اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ اسماعیل ہانیہ کو حماس کی جانب سے وزیراعظم نامزد کیا گیا۔ لیکن اس جمہوری حکومت کو ہٹانے کے لیے ہر غیر جمہوری طریقہ استعمال کیا گیا۔ نہ صرف اسرائیل، الفتح بلکہ مصر، اردن اور سعودی عرب نے بھی محمود عباس کی بنائی گئی کابینہ ہی کو تسلیم کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ مغربی کنارے میں موجود کابینہ ہی فلسطین کی اصل نمائندہ ہے۔ مصر نے اپنا سفارت خانہ بھی غزہ سے مغربی کنارے میں منتقل کرلیا۔

اسرائیل نے غزہ کی ناکہ بندی کردی، وہاں کے رہائشیوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا کر رکھ دیا گیا، دوسری جانب الفتح نے آئے دن غزہ میں حماس کے لوگوں پر حملے کرنا شروع کر دیے اور محمود عباس نے بیان دیا کہ وہ حماس سے مذاکرات اسی صورت میں کریں گے جب غزہ کا کنٹرول فلسطینی اتھارٹی کو واپس کر دیا جائے۔ حماس اس پر تیار نہ تھی۔ بالآخر ۱۴ جون ۲۰۰۷ء کو حماس نے غزہ میں اپنی حکومت قائم کرلی اور الفتح سے صدارتی محل خالی کرالیا۔

غزہ پر حماس کے مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اسرائیل نے پورے غزہ کو جیل بنا ڈالا۔ اس نے غزہ میں آنے جانے کے پانچوں راستے بند کر دیے۔ مصر نے رفح گیٹ وے کا واحد راستہ بھی بند کر دیا۔ غزہ کے شہری واقعتاً محصور ہو کر رہ گئے۔ شہر میں خوراک، پانی، ادویہ، ایندھن، راشن ہر چیز کی قلت ہوگئی۔ غزہ میں داخل ہونا یا وہاں سے باہر جانا ناممکن بنا دیا گیا۔ زندگی کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے، غزہ کے باہمت باسیوں نے زیرزمین سرنگیں کھود کر اپنی انتہائی بنیادی ضروریات کا حصول ممکن بنانے کی کوشش کی۔ اپنی جان پر کھیل کر پانی لانا، اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر خوراک حاصل کرنا ____ یہ آسان کام نہیں تھا۔ اہل غزہ نے یہ سب برداشت کیا اور ہمت سے اس کا مقابلہ کیا۔ فلسطینی صدر محمود عباس اور حماس کے رہنما خالد مشعل کے درمیان طے پانے والے معاہدے کے مطابق ۲ جون ۲۰۱۴ء سے غزہ میں اب ''اتحادی حکومت'' قائم ہے۔ زیادہ تر اختیارات فلسطینی اتھارٹی کو حاصل ہیں۔

معیشت: جہاں تک غزہ کی معیشت کا تعلق ہے یہ اندرونی و بیرونی پابندیوں، محاصرے،

اسرائیلی حملوں کی بدولت مشکلات کا شکار ہے۔ ۲۰۰۹ء کے ایک اندازے کے مطابق یہاں فی کس آمدنی ۳۱۰۰ ڈالر سالانہ ہے جو دنیا میں ۱۶۴ ویں نمبر پر ہے۔ ۷۰ فیصد سے زائد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے لیکن اس غربت نے ان کے عزم و ہمت اور بلند حوصلوں کو کم نہیں کیا بلکہ معیشت کے نت نئے طریقوں کو ڈھونڈ نکالنے میں بدل ڈالا ہے۔ غزہ کے مکمل محاصرے کے دوران سرنگوں کے ذریعے درآمد و برآمد جاری رہی۔ یہاں کی صنعتیں عام طور پر چھوٹے پیمانے کی خاندانی تجارت سے وابستہ ہیں مثلاً کپڑے کی مصنوعات، صابن، زیتون کی لکڑی پر کندہ کاری وغیرہ۔ یہاں کی بڑی زرعی اجناس زیتون، سرکہ، سبزیاں، گائے، بکری کا گوشت یا دودھ سے بنی ہوئی اشیاء ہیں۔

حماس کے غزہ کی حکومت سنبھالنے کے بعد اس حکومت کو ناکام بنانے کے لیے ہر طرح کی بیرونی امداد بند کر دی گئی تھی حالانکہ غزہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر یہاں معیشت کا انحصار بڑی حد تک بیرونی امداد پر ہوتا ہے۔ امریکہ اور یورپی یونین کی جانب سے فلسطین کے لیے امداد صرف فلسطینی اتھارٹی کو دی جاتی ہے کیونکہ وہ حماس کو دہشت گرد گروہ سمجھتے ہیں۔ البتہ عرب لیگ اور اقوام متحدہ کی تنظیمیں تعلیم اور خوراک کے لیے براہ راست امداد کا انتظام کرتی ہیں۔ بیرون ملک مقیم فلسطینی بھی بڑی مقدار میں مدد کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایران بھی مدد کرتا ہے۔

حماس کے رہنما محمود الزہار نے اپریل ۲۰۱۲ء میں ایک اخباری انٹرویو میں دعویٰ کیا کہ غزہ کی معاشی کیفیت ماضی کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ بجلی اور پٹرول کے سوا دیگر بہت سے معاملات میں ہم خود کفالت حاصل کر چکے ہیں۔[۱] اپریل ۲۰۱۲ء میں حماس کی حکومت نے جو بجٹ منظور کیا وہ ۲۰۱۱ء کے بجٹ سے ۲۵٪ زیادہ تھا۔ اس بجٹ کا حجم ۷۶۹ ملین ڈالر تھا۔[۲]

حماس ــــ ایک تعارف

حماس ــــ حرکة المقاومة الاسلامیة کے ابتدائی حروف سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہیں جوش و جذبہ۔ اسے اسلامی تحریکِ مزاحمت بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۷ء کا دن اس کے قیام کی

تاریخ تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس تحریک کی جڑیں بہت پرانی ہیں۔ یہ مصر کی اخوان المسلمون ہی کی ایک شاخ تھی مگر بعدازاں فلسطین کے مخصوص حالات کے پیش نظر، ۱۹۸۷ء میں فلسطین کے لیے اس کی علاحدہ تنظیم حماس کے نام سے وجود میں آ گئی۔ اس کے بانی شیخ احمد یاسین تھے جو سولہ سال کی عمر میں گردن کے مہرے ٹوٹنے کی وجہ سے جسمانی طور پر گردن سے نچلے پورے دھڑ کے فالج کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ ایک عرصہ تک اسرائیل کی جیل میں بند رہے اور قیدیوں کے تبادلے کے معاہدے کے تحت رہا ہوئے۔ اگرچہ وہ خود تو جسمانی حرکت نہ کر سکتے تھے، لیکن ان کے اٹل ارادے، عزم و ہمت اور تربیت نے پوری فلسطینی نسل کو ایک مقصد کے لیے متحد کر دیا اور انہیں متحرک کر دیا۔ وہ مقصد تھا اپنی سرزمین پر باوقار زندگی گزارنے کا حق۔

حماس مختلف شعبوں کے تحت کام کرتی ہے، سیاسی، عسکری اور سماجی ونگ۔ اس کے سیاسی ونگ کے سربراہ خالد مشعل ہیں جو قطر میں مقیم ہیں۔ امریکی ذرائع کے مطابق ۲۰۰۹ء میں حماس کا سالانہ بجٹ تقریباً ۷۰ ملین ڈالر تھا۔[۳] وہ یہ رقم دفاعی امور، سماجی خدمات، تعمیرِ نو اور سیاسی امور پر خرچ کرتی ہے۔

یہاں حماس کی ۲۵ سالہ تاریخ کے اہم واقعات کا تذکرہ ہے۔

حماس ___ تاریخ کے اہم واقعات

۱۹۸۷ء ___ ۱۴ دسمبر کو حماس کے قیام کا باقاعدہ اعلان ہوا اور پہلی انتفاضہ کی ابتدا ہوئی۔

۱۹۸۸ء ___ حماس کا منشور شائع ہوا۔ اس تنظیم نے خود کو PLO، یعنی Palestinian Liberation Organization کے متبادل کے طور پر پیش کیا۔

۱۹۸۹ء ___ فلسطینی نوجوان ہاتھوں میں پتھر، غلیل اور ڈنڈے لے کر اسرائیلی ٹینکوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ گئے۔ اسرائیلی عدالت نے حماس کے بانی شیخ احمد یاسین کو مجرم قرار دے دیا۔

۹۵-۱۹۹۰ء___ فلسطینی عوام نے اسرائیلی ظلم وتشدد کے سامنے اپنی مزاحمت جاری رکھی۔ حماس نے عوام کو مزاحمت کا درس دینے کے ساتھ ساتھ فلسطین خصوصاً غزہ میں سماجی خدمات کے ادارے مثلاً اسکول، ہسپتال، مساجد وغیرہ بھی تعمیر کیے۔

۱۹۹۶ء___ فلسطینی اتھارٹی نے حماس پر کریک ڈاؤن کیا۔ فلسطینی صدر یاسر عرفات نے حماس کی مزاحمتی کارروائیوں کو ''دہشت گردی کے آپریشن'' قرار دیا۔ بعدازاں فلسطینی اتھارٹی نے حماس کے ۱۵۰ سے زائد ارکان کو گرفتار کرلیا۔

۱۹۹۷ء___ حماس کے رہنما شیخ احمد یاسین کو اسرائیلی قید سے رہا کر دیا گیا۔

۲۰۰۱ء___ اسرائیل اور فلسطینی اتھارٹی کے مابین امن مذاکرات ناکام ہو گئے اور یہی سال دوسری انتفاضہ کے آغاز کا سال تصور کیا جاتا ہے۔ ۲۰۰۱ء ہی میں امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے حماس کو دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا۔

۰۳-۲۰۰۲ء___ حماس نے اسرائیل کے خلاف مزاحمت میں شدت لاتے ہوئے، راکٹ حملوں، خودکش بمباروں اور مارٹر گولوں کا سہارا لیا۔ اسرائیل نے فلسطینیوں خصوصاً حماس کے ارکان کو گرفتار اور شہید کرنے، نیز عام شہریوں پر ظلم وتشدد کا معمول جاری رکھا۔

۲۲ مارچ ۲۰۰۴ء___ حماس کے بانی رہنما کو نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے باہر آتے ہوئے، تین اسرائیلی میزائلوں نے شہید کر دیا۔

۲۳ مارچ ۲۰۰۴ء___ ڈاکٹر عبدالعزیز رنتیسی کو حماس کا نیا سربراہ منتخب کرلیا گیا۔

۱۷ اپریل ۲۰۰۴ء___ امریکی ساختہ اپاچی ہیلی کاپٹر نے حملہ کیا اور عبدالعزیز رنتیسی کو بھی شہید کر دیا گیا۔

اگست ۲۰۰۴ء___ حماس بھی اسرائیل پر حملوں میں شدت لے آئی۔

۲۰۰۵ء___ اسرائیلی فوجیوں نے غزہ سے انخلاء کا اعلان کر دیا۔

۲۶ جنوری ۲۰۰۶ء ___ حماس نے پہلی مرتبہ انتخابات میں حصہ لیا اور فلسطینی مقننہ کے انتخابات میں واضح کامیابی حاصل کی۔ حماس نے ۷۶ نشستوں پر کامیابی حاصل کی جبکہ فتح ۴۳ نشستوں پر کامیاب ہوسکی۔

۲۹ مارچ ۲۰۰۶ء ___ نئے فلسطینی وزیراعظم اور حماس کے رہنما اسماعیل ہانیہ، اور ان کی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ امریکہ، کینیڈا اور یورپی ممالک کی حکومتوں نے حماس کی جمہوری حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

جون ۲۰۰۷ء ___ حماس اور فتح کے مابین لڑائی شروع ہوگئی۔ فتح کے سربراہ محمود عباس نے اسماعیل ہانیہ اور حماس کی حکومت کو تحلیل کردیا۔ اسماعیل ہانیہ نے اس غیر جمہوری اقدام کو ماننے سے انکار کردیا اور غزہ کے سربراہ رہنے کا اعلان کردیا۔ حماس نے غزہ کے صدارتی محل کو فتح کے ارکان سے خالی کرالیا اور غزہ میں اپنی حکومت کا اعلان کردیا۔

۲۰۰۸ء ___ اسرائیل نے غزہ کی پٹی کی مکمل ناکہ بندی کردی۔ وہاں آنے جانے کے تمام راستے مکمل طور پر بند کردیے گئے۔ غزہ کے شہری محصور ہوکر رہ گئے۔ مصر کے ساتھ رفح گیٹ وے کا واحد راستہ بھی بند ہونے سے شہر میں خوراک، پانی، ادویہ، ایندھن وغیرہ کی شدید قلت ہوگئی۔ اسرائیل نے آپریشن کاسٹ لیڈ کے نام سے غزہ پر وحشیانہ بمباری کی۔ اس کے نتیجے میں ۲۱۰۰ سے زائد فلسطینی شہید ہوئے جن میں ۳۱۸ کی عمر ۱۸ سال سے کم تھی۔ گیارہ ہزار سے زائد گھروں کو مسمار کردیا گیا۔ جون ۲۰۰۸ء میں حماس اور اسرائیل کے مابین جنگ بندی کا معاہدہ ہوا۔ حماس نے اسرائیل کو اپنے فوجی دستے غزہ سے نکالنے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت دی۔

۲۰۰۹-۱۲ء ___ تاہم اسرائیل نے غزہ کی زمینی، فضائی، بحری ناکہ بندی جاری رکھی جس سے وہاں کے رہائشیوں کی زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دیا گیا۔ مصر نے بھی غزہ جانے کا واحد راستہ بند رکھا۔ تاہم محصور فلسطینیوں نے مصر جانے کے لیے کئی زیرزمین راستے بنالیے۔

۲۰۱۲ء ___ حماس نے غزہ کی غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی ناکہ بندی کے خلاف مزاحمت کرنے کے لیے راکٹ حملوں کا سہارا لیا، جبکہ اسرائیل نے آپریشن پلر آف ڈیفنس کے نام پر ایک مرتبہ پھر غزہ پر بمباری شروع کردی۔

۲۰۱۳ء ___ مارچ میں امریکہ، اسرائیل اور فلسطینی اتھارٹی نے ایک عرصے سے معطل امن مذاکرات دوبارہ شروع کیے۔ اپریل ۲۰۱۴ء تک ان کی کامیابی کے لیے ڈیڈ لائن متعین کی گئی۔

۲۰۱۴ء ___ ایک مرتبہ پھر یہ امن مذاکرات ناکام ہونے کے بعد فتح اور حماس نے آپس میں مذاکرات کا راستہ اپنایا اور دونوں فریقوں نے اوائل جون میں مشترکہ فلسطینی حکومت کی تشکیل پر اتفاق کیا۔

جون ۲۰۱۴ء ___ مغربی کنارے میں مردہ پائے جانے والے تین اسرائیلی لڑکوں کا بدلہ لینے کے لیے اسرائیل نے آپریشن Protective Edge کے نام سے ایک مرتبہ پھر غزہ پر چڑھائی کردی۔

جولائی - اگست ۲۰۱۴ء ___ اسرائیل کے اس شدید فوجی اقدام نے غزہ کو خون میں نہلا دیا۔ فضائی حملوں میں مساجد، اسکولوں، گھروں اور ہسپتالوں میں عورتوں، بچوں، حتیٰ کہ مریضوں کو نشانہ بنایا گیا۔ غزہ کی ایک چوتھائی آبادی بے گھر ہوگئی۔ حماس نے اس جنگ میں زیر زمین طویل سرنگوں کی نئی دفاعی حکمت عملی اپنائی اور دشمن کو اور دنیا کو حیران کردیا۔ ۲۶ اگست کو اسرائیل اور حماس کے مابین جنگ بندی کے معاہدے پر دستخط ہوئے اور اسرائیل نے غزہ سے اپنے دستے بلا لیے۔

ستمبر ۲۰۱۴ء ___ غزہ میں جنگ بندی کے بعد، مصر کی ثالثی میں، حماس اور فتح کے نمائندوں نے مذاکرات کیے اور فلسطین میں اتحادی حکومت (Unity Government) بنانے پر متفق ہوئے۔

ستمبر ۲۰۱۴ء کے بعد ___ دسمبر ۲۰۱۴ء میں پہلی مرتبہ حماس نے مغربی کنارے میں بھی اپنا یوم تاسیس جوش و جذبے سے منایا۔ فتح بھی پہلی مرتبہ غزہ میں اپنی تقریب منعقد کرے گی جس سے فلسطینی صدر محمود عباس ٹیلی فونک خطاب کریں گے۔ دونوں فریق غزہ کی تعمیر نو پر بھی متفق ہوئے ہیں۔

دسمبر۲۰۱۴ء ___ حماس کے سیاسی ونگ کے سربراہ خالد مشعل نے مختلف ممالک ترکی، ایران جبکہ جولائی میں ماسکو کا دورہ کیا اور ان ممالک میں انہیں مکمل سرکاری پروٹوکول دیا گیا۔

۱۷دسمبر۲۰۱۴ء ___ یورپی یونین کی دوسری بڑی عدالت ''جنرل کورٹ'' نے ایک رولنگ میں کہا ہے کہ ۲۰۰۱ء میں حماس کو دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کرنے کا فیصلہ محض انٹرنیٹ اور میڈیا میں ظاہر ہونے والی معلومات کی بنیاد پر تھا اس فیصلہ کی کوئی پختہ قانونی بنیاد نہیں تھی۔

۱۶جنوری ۲۰۱۵ء ___ یورپی یونین کے ۲۸ ممالک کے وزراء خارجہ نے ایک میٹنگ میں جنرل کورٹ کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی اپیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

......حواشی......

1. www.maannews.net/eng/ViewDetails.aspx?ID=520228
(As accessed on 4 Feb. 2015)

2. english.alarabiya.net/articles/2012/04/02/204861.html
(As accessed on 4 Feb. 2015)

3. en.wikipedia.org/wiki/Hamas#cite-note-CFR-206
(As accessed on 4 Feb. 2015)